Date of Publication : 09-10-2014

PRICE Rs. 2/-

POSTED AT N.D.P.S.O, New Delhi-01
ON 10-11 Oct. 2014 R.N.I No. 2186/57

POSTAL REGN. NO. DL (C) -01/1195/2012-14
Licensed to Post Without PrepaymentU (C) 160/2012-14

HAMARI ZABAN (WEEKLY)

ہفت روزہ

ہماری زبان

انجمن ترقی اردو (ہند) نئی دہلی

15-21 October 2014
Issue: 39, Vol:73

۱۵ تا ۲۱ اکتوبر ۲۰۱۴ء
شمارہ نمبر: ۳۹، جلد نمبر: ۷۳

قومی اردو کونسل کا قبلہ درست کرنا آسان نہیں کہ یہ بھی بہ شمول دیگر اردو کے تئیں کانگریس کے احمقانہ رویے کا ایک اور ثبوت ہے۔ روزِ اول سے اس ادارے میں دراّئی تمام تر خرابیوں کے لیے کانگریس کے علاوہ کوئی اور ذمے دار نہیں۔

ابتداً قومی اردو کونسل نے وہ تمام کام کیے جو صوبائی اردو اکادمیاں بھی کر رہی تھیں، جس سے کونسل کے وجود پر سوالیہ نشان اس لیے لگتا تھا کہ اگر کونسل بھی وہی کام کر رہی ہے جو صوبائی اردو اکادمیوں میں ہو رہا ہے تو پھر کونسل کی کیا ضرورت تھی۔ بعد میں کونسل نے ایسے کاموں کی بھی ابتدا کی جو اردو کے کسی ادارے نے نہیں کیے تھے اور اب بھی نہیں کر رہا ہے مگر اردو کے ذیل میں

حکومت کی وزارت برائے فروغِ انسانی وسائل کے براہِ راست دائرۂ اختیار میں آنے والے اسکولوں سے میری مراد سینٹرل اسکول (کیندریہ ودیالیہ)، نوودیہ ودیالیہ، کستوربا گاندھی بالیکا ودیالیہ وغیرہ سے ہے۔ اگر کونسل نے اپنی ہی وزارت سے اردو تعلیم کا بنیادی کام نہیں کرایا تو اس کی نیت اور صلاحیت پر شبہ کرنے کی ہر ممکن وجہ موجود ہے اور کونسل کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے گناہ کا جلد سے جلد کفارہ ادا کرنے کی کوشش کرے۔

تکنیکی طور پر اس کی سفارش فروغِ اردو زبان اور انگریزی تعلیم کے ذریعے اقلیتوں کی صلاحیت کے فروغ کی ذیلی کمیٹی نے دسمبر 2013 میں کی ہے۔ حکومتیں ہزاروں کمیٹیاں بناتی ہیں جن کی سفارشات پر کبھی عمل نہیں ہوتا، اس

قومی اردو کونسل کی تشکیلِ نو اور مستقبل کا لائحۂ عمل

(دوسری اور آخری قسط)

کرنے کے کام، نہ کرنے کے کام

اطہر فاروقی

کونسل کے کرنے کا جو سب سے اہم کام تھا اور جس کا کرنا سب سے آسان تھا وہ کونسل نے ابھی تک نہیں کیا، یعنی اسکول کی سطح پر اردو تعلیم کا کام۔ ہر چند کہ پرائمری تعلیم صوبائی حکومتوں کے دائرۂ کار میں آتی ہے جس میں مرکزی حکومت کچھ نہیں کر سکتی مگر قومی کونسل نے اپنی 18 برسوں کی زندگی میں ایک دفعہ بھی صوبائی حکومتوں کے ساتھ خصوصاً پرائمری سطح پر اردو تعلیم کا معاملہ اٹھایا ہی نہیں۔

اس سے بھی زیادہ افسوس ناک بات یہ ہے کہ اسکولی سطح کی تعلیم کے وہ ادارے جو براہِ راست وزارتِ انسانی وسائل کے دائرۂ اختیار میں آتے ہیں، ان میں اردو تعلیم کی بات بھی کونسل نے 2013 سے پہلے کبھی نہیں کی۔ اس مجرمانہ غفلت کے لیے سب سے زیادہ ذمے دار خود کونسل کے اراکین ہیں۔ مرکزی

لیے، ضروری ہے کہ قومی اردو کونسل مرکزی وزارت برائے فروغ انسانی وسائل پر ہر ممکن دباؤ ڈال کر سینٹرل اسکولز، نوودیہ ودیالیہ اور تمام دیگر اداروں میں اردو تعلیم کا نظم کرائے۔ ہمیں یقین ہے کہ کونسل کے موجودہ ڈائرکٹر خواجہ اکرام الدین اس تاریخی کام کو انجام دینے کے لیے ہر ممکن کوشش کریں گے۔

قومی کونسل کی اہم ترین اسکیم اس کے کمپیوٹر تعلیم کے مراکز ہیں جو مرکزی حکومت کے ادارے DOEC کے اشتراک سے اس لیے چلائے جاتے تھے کہ DOEC کی تکنیکی مہارت ضروری

تھی مگر افسوس ناک بات یہ ہے کہ کونسل کے ان اداروں سے تربیت یافتگان کو جو ڈپلوما ملتا تھا اس کو خود DOEC بھی تسلیم نہیں کرتا تھا یعنی کونسل کے کمپیوٹر مراکز سے ڈپلوما حاصل کرنے والے حکومت میں ڈی ٹی پی آپریٹر کی ان نوکریوں کے لیے درخواست دینے کے مجاز نہیں تھے جن کے لیے DOEC سے ڈپلوما حاصل کرنے والے فارغین تھے۔ گزشتہ 15 برسوں میں کونسل کے ان مراکز — جن کا شہرہ ایک عالم میں تھا — کے تربیت یافتہ ایسے بے روزگاروں کی پوری ایک فوج تیار ہو گئی جنھیں تکنیکل صلاحیت رکھنے

کے باوجود چپراسیوں سے بھی آدھی تنخواہ ملتی ہے۔ موجودہ ڈائرکٹر خواجہ اکرام الدین کی کوششوں سے تو صوبوں نے کونسل کے کورس کو اصولاً تو منظوری دے دی ہے مگر اس پر عمل کرنا شروع کیا یا نہیں اس کا کوئی ثبوت موجود نہیں۔ DOEC کی جگہ اب National Institute of Electronic & Information Technology نے لے لی ہے، اس لیے، اب اس معاملے کو زیادہ الجھانے کے بجائے حکومت کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس کمپیوٹر اسکیم کی تمام ذمے داری کونسل کو سونپ دے، جس میں سب سے اہم

سرٹیفکیشن کی ذمے داری ہے جو کونسل کو دیے بغیر چارہ نہیں۔ میں نے ابھی اس کمپیوٹر کورس کے نصاب کا جائزہ نہیں لیا ہے اور نہ ہی اس امر کا کہ اس کورس کے طالب علم نصاب کا کتنا حصہ سیکھ پاتے ہیں یا اس میں انھیں کس قدر مہارت حاصل ہوتی ہے، اس لیے، اس اہم زاویے پر سرِ دست میں اپنی رائے محفوظ رکھتا ہوں۔

معاصر ہندستان میں بھی عربی اور فارسی کے لیے کئی حیثیتیں ہیں جس میں سب سے اہم مشرقِ وسطیٰ اور ایران سے ہمارے سفارتی تعلقات کے ذیل میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہیں، اس لیے، وزارتِ امورِ خارجہ نہ صرف عربی میں مہارت رکھنے والے لوگوں کو بڑی تعداد میں مترجم کے طور پر بھرتی کرتی

> سب سے زیادہ دل چسپ بات یہ ہے کہ ہندی کے جن اداروں کے نمائندے کونسل کے رکن ہیں، ان اداروں میں قومی اردو کونسل کے ڈائرکٹر کو نمائندگی نہیں دی گئی ہے جو دانستہ یا نادانستہ ہندی کے مقابلے اردو کو کم تر سمجھنے کی ذہنیت کا حامل ہے۔

اردو کے ذیل میں کونسل کے کرنے کا جو سب سے اہم کام تھا اور جس کا کرنا سب سے آسان تھا وہ کونسل نے ابھی تک نہیں کیا، یعنی اسکول کی سطح پر اردو تعلیم کا کام۔ ہر چند کہ پرائمری تعلیم صوبائی حکومتوں کے دائرۂ کار میں آتی ہے جس میں مرکزی حکومت کچھ نہیں کر سکتی مگر قومی کونسل نے اپنی 18 برسوں کی زندگی میں ایک دفعہ بھی صوبائی حکومتوں کے ساتھ خصوصاً پرائمری سطح پر اردو تعلیم کا معاملہ اٹھایا ہی نہیں۔ اس سے بھی زیادہ افسوس ناک بات یہ ہے کہ اسکولی سطح کی تعلیم کے وہ ادارے جو براہِ راست وزارت انسانی وسائل کے دائرۂ اختیار میں آتے ہیں، ان میں اردو تعلیم کی بات بھی کونسل نے 2013 سے پہلے کبھی نہیں کی۔ اس مجرمانہ غفلت کے لیے سب سے زیادہ ذمے دار خود کونسل کے اراکین ہیں۔ مرکزی حکومت کی وزارت برائے فروغ انسانی وسائل کے براہِ راست دائرۂ اختیار میں آنے والے اسکولوں سے میری مراد سینٹرل اسکول (کیندریہ ودیالیہ)، نو ودیہ ودیالیہ، کستوربا گاندھی بالیکا ودیالیہ وغیرہ سے ہے۔ اگر کونسل نے اپنی ہی وزارت سے اردو تعلیم کا بنیادی کام نہیں کرایا تو اس کی نیت اور صلاحیت پر شبہ کرنے کی ہر ممکن وجہ موجود ہے اور کونسل کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے گناہ کا جلد سے جلد کفارہ ادا کرنے کی کوشش کرے۔

ہے بلکہ انڈین فورن سروس کے افسروں کو جو ایک غیر ملکی زبان لازماً پڑھنی ہوتی ہے ان میں عربی اور فارسی بھی شامل ہیں اور بالعموم ان ہی افسروں کو مشرق وسطیٰ کے ملکوں کے سفارت خانوں میں مامور کیا جاتا ہے جنھیں عربی آتی ہو اور یہی ضابطہ ایران کے معاملے میں فارسی کے ذیل میں قابل عمل ہوتا ہے۔ مگر تصویر کا دوسرا رخ بھی ہے۔ عربی کو عام طور پر صرف مسلمانوں کی مذہبی زبان سمجھا جاتا ہے اور یہی حال فارسی کا ہے، اس لیے، جب اردو — جس پر پہلے ہی مسلمان ہونے کا ٹھپہ لگ گیا ہے — کا ایک ادارہ عربی اور فارسی کے معاملات دیکھتا ہے تو اس سے اردو اور مسلمان دونوں ہی کے لیے سیاسی پیچیدگی پیدا ہو جاتی ہے۔ قومی اردو کونسل کا عربی اور فارسی کے معاملات کا انتظامی ادارہ ہونا نہ صرف اردو کے لیے نقصان دہ ہے بلکہ اس سے خود ان زبانوں کی باڑھ بھی ماری جا رہی ہے۔ ایک زمانے میں وزارت تعلیم میں کلاسیکل زبانوں کا ایک شعبہ تھا جس میں سنسکرت کے ساتھ عربی اور فارسی بھی شامل تھیں جب پچھلے دہے میں ترقی اردو بورڈ بنا تو عربی اور فارسی کو اس کے سر منڈھ دیا گیا اور سنسکرت کی ترقی کے لیے وسیع تر جولان گاہیں تلاش کرنے کا کام شروع ہوا۔ چنانچہ اب سنسکرت یونی ورسٹی سے لے کر سنسکرت کے متعدد اہم ادارے برسرِ کار ہیں اور عربی اور فارسی قومی اردو کونسل کی پناہ میں ہیں جو اصولاً بالکل غلط ہے۔ حکومت کو چاہیے کہ وہ عربی اور فارسی کے لیے کلاسیکل زبانوں کے ادارے اسی طرز پر بنائے جس طرز پر سنسکرت کے لیے ادارے قائم کیے گئے ہیں۔ اردو والوں کو بھی اس معاملے میں نہایت متحرک رول ادا کرنا چاہیے ورنہ اردو کے ساتھ عربی اور فارسی زبانوں کا نقصان تو ہوگا ہی، اردو بھی فرقہ پرست سیاست کے نشانے پر رہے گی، اس لیے، عربی اور فارسی کے اس خون ناحق سے قومی اردو کونسل کو اپنا دامن بچانا چاہیے۔

گزشتہ شمارے میں ان عہدے داروں کا ذکر کیا گیا تھا جو بہ اعتبار عہدہ (Ex officio) کونسل کے رکن ہیں مگر ان میں اکثریت ان عہدے داروں کی ہے جو ایسے اداروں سے وابستہ ہیں جنھیں واقعتاً اردو سے کچھ لینا دینا نہیں اور اگر ان میں سے اکثر کونسل کی میٹنگوں میں شرکت نہیں کرتے تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں۔ قارئین کی دل چسپی کے لیے ان عہدے داروں کی فہرست درج کی جاتی ہے جن کا اردو سے قطعی کوئی تعلق نہیں اور جنھوں نے شاذ و نادر ہی کونسل کی میٹنگوں میں شرکت کی یا پھر کوئی مثبت رائے دی۔

(1) چیئرمین کمیشن فار سائنٹفک اینڈ ٹیکنیکل ٹرمینولوجی، نئی دہلی (Chairman, Commission for Scientific & Technical Terminology, New Delhi)، (2) ڈائرکٹر سینٹرل انسٹی ٹیوٹ آف انڈین لنگویجز، میسور، (3) ڈائرکٹر سینٹرل ہندی ڈائرکٹوریٹ، (4) ڈائرکٹر کیندریہ ہندی سنستھان، آگرہ، (5) ڈائرکٹر NCERT، (6) یونی ورسٹی گرانٹس کمیشن کا نمائندہ، (7) انڈین کاؤنسل فار کلچرل ریلیشنز کا نمائندہ، (8) چیئرمین نیشنل بک ٹرسٹ، (9) چیئرمین ساہتیہ اکادمی، (10) ڈائرکٹر جنرل دور درشن، (11) پارلیمنٹ کے تین ممبر۔ دو لوک سبھا کے رکن اور ایک راجیہ سبھا کا۔

گزشتہ کونسل میں جناب ظفر علی نقوی، جناب شاہنواز حسین اور جناب جاوید اختر ممبران پارلیمنٹ کی حیثیت سے شامل تھے جن کی کونسل کے معاملات میں دل چسپی نہایت مثبت نتائج کی حامل ہوتی مگر افسوس کہ ان تینوں معزز اراکین پارلیمنٹ کا رویہ نہایت مایوس کن رہا۔ ان تینوں اراکین پارلیمنٹ نے شاید ہی کبھی کونسل کی کسی میٹنگ میں شرکت کی ہو۔ ترتیب نمبر ۱ سے ۱۱ کے ذیل میں کچھ اداروں کے نمائندے کونسل کے رکن کی حیثیت سے اہم ہو سکتے ہیں مگر وہاں اداروں کے سربراہوں کو یہ رکنیت دے کر ان اداروں کے ساتھ کونسل کے اشتراک کی گنجائشیں ہی ختم کر دی گئی۔ ان اداروں میں سب سے اہم NCERT ہے جس کا کوئی بھی ڈائرکٹر شاید ہی کبھی کونسل کی میٹنگوں میں شرکت کرے جب کہ یہ نصاب کے اعتبار سے اہم ترین ادارہ ہے۔ قارئین اگر اس فہرست پر سرسری نظر بھی ڈالیں تو انھیں اندازہ ہوگا کہ اس فہرست میں صوبائی اردو اکادمیوں کی نمائندگی نہیں ہے، حکومت کے لیے ضروری ہے کہ وہ بہ اعتبار عہدہ جن اداروں کے نمائندوں کو کونسل کے رکن کے طور پر شامل کرتی ہے، اس فہرست پر نظر ثانی کرے تاکہ اردو کے لوگوں کی نمائندگی کونسل میں زیادہ سے زیادہ ہو۔ سب سے زیادہ دل چسپ بات یہ ہے کہ ہندی کے جن اداروں کے نمائندے کونسل کے رکن ہیں، ان اداروں میں قومی اردو کونسل کے ڈائرکٹر کو نمائندگی نہیں دی گئی ہے جو دانستہ یا نادانستہ ہندی کے مقابلے اردو کو کم تر سمجھنے کی ذہنیت کا حامل ہے۔

اگر اردو والے بروقت ان مسائل کو اٹھائیں تو امید ہے کہ حکومت جو نئی کونسل بنائے گی اس میں نہ صرف بہتر نمائندے ہوں گے بلکہ وہ کونسل میں سطح پر در آئی حماقتوں کو دور کرنے کے لیے بھی کوشش کریں گے۔ OO

پہلی قسط

ہماری فلمیں اور مرزا غالب

رشید انجم (47- کاشانہ، اسلام پورہ، بھوپال -462001، ایم۔ پی)

علامہ اقبال اور مرزا غالب اردو زبان کے مقبول ترین شاعر ہیں۔ علامہ اقبال اور مرزا غالب پر بہ شمول پاکستان متعدد اکادمیاں اور انسٹی ٹیوٹ قائم ہیں۔ نہ صرف علاقائی زبانوں میں بلکہ مغربی زبان و علوم میں بھی ان ہر دو شاعروں کو نمائندگی حاصل رہی ہے۔ ان ہر دو شاعروں پر جتنا کچھ لکھا گیا ہے، جتنی تحقیق ہوئی ہے اور ہو رہی ہے وہ کسی اور کے فن کا نصیب نہیں بنی۔

مرزا غالب کی ذاتی زندگی میں رومان بھی ہے، بذلہ سنجی بھی اور فکر و فہم کا ایک دریا بھی ان کی شاعری میں موجزن ہے۔ علامہ اقبال کی زندگی اور ذات رومان سے کنارہ کش رہی۔ یہی سبب ہے کہ مرزا غالب ہر عہد میں مقبول اور ہر دل عزیز شاعر رہے ہیں۔ ان کی غزلوں سے ہر عہد میں تقریباً ہر معروف گلوکار نے اپنی آواز کو سنوارا ہے اور انھیں سوز و گداز دیا ہے۔

ہماری فلموں میں یوں تو علامہ اقبال، مجاز لکھنوی، اختر شیرانی، مخدوم محی الدین اور جگر مرادآبادی کے کلام کو موسیقاروں نے سُروں میں ڈھال کر گلوکاروں کی دلکش آواز میں پیش کیا لیکن ان کی تعداد محدود ہے البتہ مرزا غالب کی متعدد غزلیں جن فلموں میں لی گئیں ان کی تعداد محدود نہیں ہے۔ فلموں کو زبان ملتے ہی ۱۹۳۱ء میں ہی فلم "انگ مینا" میں ان کی غزلوں کو شامل کیا گیا۔ اس کے بعد ان کی غزلیں ہر عہد کی فلموں کی زینت بنی رہیں۔ یہی نہیں مرزا غالب اردو زبان کے وہ پہلے شاعر ہیں جن کی ذاتی اور تخلیقی زندگی پر نہ صرف ڈرامے لکھے گئے، انھیں اسٹیج کیا گیا بلکہ ۱۹۵۴ء میں سہراب مودی نے ان پر فلم

ہماری فلموں میں یوں تو علامہ اقبال، مجاز لکھنوی، اختر شیرانی، مخدوم محی الدین اور جگر مرادآبادی کے کلام کو موسیقاروں نے سُروں میں ڈھال کر گلوکاروں کی دلکش آواز میں پیش کیا لیکن ان کی تعداد محدود ہے البتہ مرزا غالب کی متعدد غزلیں جن فلموں میں لی گئیں ان کی تعداد محدود نہیں ہے۔ فلموں کو زبان ملتے ہی ۱۹۳۱ء میں ہی فلم 'انگ سینا' میں ان کی غزلوں کو شامل کیا گیا۔ اس کے بعد ان کی غزلیں ہر عہد کی فلموں کی زینت بنتی گئیں۔ یہی نہیں مرزا غالب اردو زبان کے وہ پہلے شاعر ہیں جن کی ذاتی اور تخلیقی زندگی پر نہ صرف ڈرامے لکھے گئے، انھیں اسٹیج کیا گیا بلکہ ۱۹۵۴ء میں سہراب مودی نے ان پر فلم 'مرزا غالب' بنائی جسے اس وقت کی حکومت نے طلائی تمغے سے بھی نوازا۔ گلزار نے ان پر ایک سیریل بھی بنایا جس میں نصیرالدین شاہ نے مرکزی کردار ادا کیا تھا اور جو دوردرشن سے تواتر سے ٹیلی کاسٹ کیا گیا تھا۔ یہ بھی دلچسپ حقیقت ہے کہ کشمیر کے شاعر مجبور پر جب فیچر بنائی گئی تو اس فلم میں بھی غالب کی غزل کو پچویشن کے مطابق ترجیح حاصل ہوئی۔

'مرزا غالب' بنائی جسے اس وقت کی حکومت نے طلائی تمغے سے بھی نوازا۔ گلزار نے ان پر ایک سیریل بھی بنایا جس میں نصیرالدین شاہ نے مرکزی کردار ادا کیا تھا اور جو دوردرشن سے تواتر سے ٹیلی کاسٹ کیا گیا تھا۔ یہ بھی دلچسپ حقیقت ہے کہ کشمیر کے شاعر مجبور پر جب فیچر بنائی گئی تو اس فلم میں بھی غالب کی غزل کو پچویشن کے مطابق ترجیح حاصل ہوئی۔

میں نے ان تمام فلموں کو یکجا کرنے کی کوشش کی ہے جن میں مرزا غالب کی غزلیں معروف موسیقاروں کی موسیقی میں اپنے اپنے عہد کے اداکاروں اور گلوکاروں نے گائی ہیں۔

۱۹۳۱ء فلم 'انگ سینا' امپیریل فلم کمپنی بمبئی، ہدایت: موتی بی گڈوانی، موسیقی: فیروز شاہ ایم مستری، گیت کار: ظہیرالدین لاہوری، اداکار: ماسٹر وٹھل، زبیدہ، ذلو، عبدالہادی، ایلیزر، جگدیش اور یوسف ایرانی۔

نوٹ: اس فلم میں مرزا غالب کی مندرجہ ذیل دو غزلیں سب سے قبل لی گئی تھیں جنہیں فلم کی ہیروئن زبیدہ پر انہی کی آواز میں فلمایا گیا تھا:

(۱)
دلِ ناداں تجھے ہوا کیا ہے
آخر اس درد کی دوا کیا ہے

(۲)
دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیوں
روئیں گے ہم ہزار بار کوئی ہمیں رلائے کیوں

۱۹۳۲ء فلم 'گل بکاؤلی' سروج مووی ٹون بمبئی، ہدایت: اے پی کپور، موسیقی: وزیر خان، گیت کار: منشی عباس علی، اداکار: اشرف خان، زیب النساء، ابراہیم، ظہیرالدین لاہوری، پربھا شنکر، تجو بیگم۔

(۱)
دلِ ناداں تجھے ہوا کیا ہے
آخر اس درد کی دوا کیا ہے
آواز: اشرف خان۔

۱۹۳۳ء فلم 'زہر عشق' جینت پکچرس بمبئی، ہدایت: بے پی اڈوانی، موسیقی: پروفیسر پی آر بوہرا، گیت کار: منشی غلام جیلانی شام، اداکار: ماسٹر یکو، پی جیراج، لاڈلی لوانگیا، مس زہرہ، مس پنا، ممتاز، عبدالرشید اختر۔

(۱)
نکتہ چیں ہے غم دل اس کو سنائے نہ بنے
کیا بنے بات جہاں بات بنائے نہ بنے
آواز: مس زہرہ

۱۹۳۳ء فلم 'یہودی کی لڑکی' نیو تھیٹرز کلکتہ، ہدایت: پریم انکور اتورتھی، موسیقی: پنکج ملک، گیت کار: آغا حشر کاشمیری، اداکار: کندن لال سہگل، رتن بائی، ایس ایم نواب، اے ایم کمار، حافظ، پہاڑی سانیال، تارا بائی، منیر بائی۔

(۱)
نکتہ چیں ہے غم دل اس کو سنائے نہ بنے
کیا بنے بات جہاں بات بنائے نہ بنے
آواز: کندن لال سہگل

۱۹۳۳ء فلم 'دل جہانگیر' ہائیلینڈ آرٹسٹس بمبئی، ہدایت: کے سردار، موسیقی: عشرت سلطانہ، گیت کار: کے سردار، اداکار: کانتی لال، عزیز، پشپا، انوری، پدماوتی، نواب بیگم، زہرہ، زبیدہ خاتون، فیروزہ۔

(۱)
سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہوگئیں
صورتیں کیا ہوں گی جو کہ پنہاں ہوگئیں
آواز: کانتی لال

نوٹ: اس فلم میں کل ۱۹ گانے تھے۔ غالب کی مندرجہ بالا غزل کے علاوہ اختر شیرانی کی بھی ایک نظم شامل کی گئی تھی۔

۱۹۳۳ء فلم 'خاک کا پتلا' کرشنا فلم کمپنی بمبئی، ہدایت: جی آر سیٹھی شاہ، موسیقی: ماسٹر محمد، گیت کار: ظہیرالدین لاہوری، اداکار: بھائی دیسا، منشی ظہیرالدین لاہوری، امیر حسن، گلاب، محمد حسین، ہری داس، مستعد داؤ۔

(۱)
کوئی امید بر نہیں آتی
کوئی صورت نظر نہیں آتی
آواز: بھائی دیسا

۱۹۳۵ء فلم 'انارکلی' امپیریل فلم کمپنی بمبئی، ہدایت: آر ایس چودھری، موسیقی: انا صاحب مانکر، گیت کار: نامعلوم، اداکار: سلوچنا (روبی مائرز)، ذلو، چندا، ڈی بلموریا، آسوجی، بابا ویاس، عبدل، للتا۔

(۱)
نکتہ چیں ہے غم دل اس کو سنائے نہ بنے
کیا بنے بات جہاں بات بنائے نہ بنے
آواز: ڈی بلموریا

نوٹ: 'انارکلی' پر بنی یہ پہلی ناطق فلم تھی۔ اس فلم میں کل 15 گانے تھے۔ غالب کی صرف ایک غزل شامل کی گئی تھی۔ دیگر گانے کس نے لکھے تھے معلوم نہ ہو سکا۔

۱۹۳۵ء فلم 'تجلیٔ آف الف' (الہلال) ساگر مووی ٹون بمبئی، ہدایت: محبوب، موسیقی: پران سکھ ایم نایک، گیت کار: منشی احسن لکھنوی، اداکار: کمار، اندرا، یعقوب، ستارا، پانڈے، آسوجی، رزاق، قائم علی، ازوری۔

(۱)
کوئی امید بر نہیں آتی
کوئی صورت نظر نہیں آتی
آواز: اندرا اور کمار

نوٹ: مشہور ہدایت کار محبوب خان کی پہلی فلم تھی۔ اس فلم میں ۹ گانے تھے۔ صرف مندرجہ بالا غزل غالب کی تھی۔

۱۹۳۵ء فلم 'کاروان حیات' نیو تھیٹرز بمبئی، ہدایت: پریم انکور اتورتھی، موسیقی: مہر کرن بھٹاچاریہ، گیت کار: حکیم احمد شجاع، اداکار: کندن لال سہگل، راج کماری، پہاڑی سانیال، شیام زتشی، ایم نواب، رتن بائی، مس للتا۔

(۱)
دل سے تیری نگاہ جگر تک اتر گئی
دونوں کو اک ادا میں رضا مند کر گئی
آواز: کندن لال سہگل

نوٹ: فلم 'کاروان حیات' کو فلم ساز پی این سرکار نے بنایا تھا۔ اس فلم کی کہانی مشہور ڈرامہ 'انارکلی' کے تخلیق کار سید امتیاز علی تاج نے لکھی تھی جس کو حکیم احمد شجاع نے فلم اسکرپٹ میں تیار کیا تھا۔ اس فلم میں کل 10 گانے تھے۔ صرف ایک غزل مرزا غالب کی تھی جو سہگل نے گائی تھی اور انہی پر فلمائی گئی تھی۔ ریکارڈ کے مطابق اس فلم کی پہلی نمائش ۱۳ اپریل ۱۹۳۵ء کو نیو سینما، کلکتہ میں کی گئی تھی۔

۱۹۳۶ء فلم 'امیر ہوں' شالنی سنے ٹون بمبئی، ہدایت: پنڈت شوکار، موسیقی: گووند راؤ ٹیمبے، گیت کار: علیم، اداکار: گیان جاگیردار، اوشا، اپتے، گوپال ماڈرے، چندر شیکھر، بشیرالدین۔

(۱)
مدت ہوئی ہے یار کو مہماں کیے ہوئے
جوش قدح سے بزم چراغاں کیے ہوئے
آواز: نامعلوم

۱۹۳۶ء فلم 'دکن کوئین' ساگر مووی ٹون بمبئی، ہدایت: محبوب، موسیقی: پران سکھ نایک، گیت کار: ضیا سرحدی، اداکار: سریندر، ارونا دیوی، رام چندر، ٹیسی پٹیل، قائم علی، بدھو ایڈوانی، مہدی رضا، گلزار۔

(۱)
یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصال یار ہوتا
اگر اور جیتے رہتے یہی انتظار ہوتا
آواز: سریندر

۱۹۳۶ء فلم 'ہردیہ منتھن' سنگیت فلم کمپنی بمبئی، ہدایت: جدن بائی، موسیقی اور گیت: جدن بائی، اداکار: جدن بائی، عاشق حسین، بے بی رانی (نرگس)، ارمیلا دیوی، شہزادی، صدیقی، یوسف۔

(۱)
دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیوں
روئیں گے ہم ہزار بار کوئی ہمیں رلائے کیوں
آواز: جدن بائی۔

۱۹۳۶ء فلم 'کروڑپتی' (ملینیئر) نیو تھیٹرز کلکتہ، ہدایت: ہیم چندر، موسیقی: آر سی بورال اور پنکج ملک، گیت کار: کیدار شرما، اداکار: کندن لال سہگل، مولینا، ترلوک کپور، پہاڑی سانیال، سردار اختر، نواب، راج کماری، امر ملک، کیدار شرما۔

(۱)
دل ناداں تجھے ہوا کیا ہے
آخر اس درد کی دوا کیا ہے
آواز: کندن لال سہگل

نوٹ: اس فلم کے دو موسیقار تھے۔ کل 17 گانے تھے جن میں 11 گانے کیدار شرما نے لکھے تھے۔ صرف ایک غزل غالب کی فلم میں شامل کی گئی تھی۔ ریکارڈ سے یہ نہیں معلوم ہوسکا کہ یہ غزل کس کی آواز میں تھی۔ اغلب یہ ہے کہ اسے سہگل نے ہی گایا ہوگا۔ دلچسپ بات یہ کہ اقبال کی نظم 'کبھی اے حقیقت منتظر نظر آ لباس مجاز میں' کی پیروڈی 'کبھی اے حقیقت رس بھری نظر آ لباس شراب میں' کیدار شرما نے لکھی تھی جسے شاید کسی کامیڈین نے گایا تھا۔

۱۹۳۶ء فلم 'کیمیاگر' سروج مووی ٹون بمبئی، ہدایت: ناگیندر مجمدار، موسیقی: میر صاحب، گیت کار: منشی شمس اور منشی رفیق، اداکار: نثار، خورشید، کی ڈیکس، جانی بابو، شاکر احمد، سعید خان۔

(۱)
دل ناداں تجھے ہوا کیا ہے
آخر اس درد کی دوا کیا ہے

نوٹ: اس فلم میں صرف ۵ گانے تھے جن میں ایک غزل غالب کی تھی۔ فلم کے موسیقار میر صاحب تھے۔ یہ ان کی پہلی فلم تھی۔ یہ وہی میر صاحب تھے جو جدن بائی کے پہلے شوہر تھے۔ ان سے جدن بائی کا پہلا بیٹا اختر حسین پیدا ہوا تھا۔ اختر حسین ہدایت کار، فلم ساز اور اداکار رہے۔ ان کی بیٹی زاہدہ نے کچھ فلموں میں بطور ہیروئن کام کیا تھا۔

۱۹۳۷ء فلم 'مکتی' نیو تھیٹرز کلکتہ، ہدایت: پی سی بروا، موسیقی: پنکج ملک، گیت کار: آرزو لکھنوی، اصغر حسین شور اور پریم، اداکار: پی سی بروا، کانن دیوی، نواب، مینکا، جگدیش، وکرم کپور، پنکج ملک، اکیانی، ویو بالا۔

(۱)
کوئی امید بر نہیں آتی
کوئی صورت نظر نہیں آتی
آواز: کانن دیوی

اس فلم میں کل ۱۰ گانے تھے۔ غالب کی مذکورہ غزل بھی تھی اور ایسا گمان ہے کہ اس غزل کے مطلعے کو بنیاد بنا کر علامہ آرزو لکھنوی نے دیگر اشعار اسی زمین میں وضع کیے تھے۔ ●●

اردو دُنیا

محکمہ تعلیم کی ترمیم شدہ دوسری لسٹ جاری، 50 اردو اساتذہ منتخب

نئی دہلی (۱۶؍ستمبر)۔ ٹی ای ٹی اردو اساتذہ کے نتائج محکمہ تعلیم نے دوبارہ جاری کیے ہیں، خوش آئند بات یہ ہے کہ اس لسٹ میں ان لوگوں کو بھی شامل کرلیا گیا ہے جن کے نام واپس لی گئی لسٹ میں نہیں تھے لیکن اس کے باوجود بھی کئی ٹیٹ پاس کیے ہوئے امیدواروں کو مایوسی ہوئی ہے کیوں کہ اس لسٹ میں بھی ان کا نام شامل نہیں ہے۔ جن لوگوں کا لسٹ میں نام آگیا ہے ان کو ۱۹؍ستمبر تک منتخب اسکولوں میں اپنے دستاویزات لے کر جانا ہے۔ دوسری جانب ان گیسٹ ٹیچرز کے ساتھ ایک زیادتی یہ بھی ہے کہ انھیں ایس ایس اے اساتذہ کے مساوی تنخواہ نہیں دی جاتی۔

واضح رہے کہ گزشتہ ماہ محکمہ تعلیم نے 210 ٹی جی ٹی اردو ٹیچرز کے لیے اسامیاں نکالی تھیں، جن میں سے صرف 41 اساتذہ ہی کامیاب ہوسکے اور باقی 169 ناکام رہے، یہ وہ لسٹ تھی جس میں امیدوار ٹیٹ پاس تھے۔ اس کے بعد وہ لسٹ جاری کی گئی جو ٹیٹ کیے ہوئے تھے مگر اس میں صرف 18 لوگوں کو ہی بڑی جھلک ہی دکھائی گئی باقی سب نااہل قرار دیے گئے۔ اس کے بعد ناکام رہے امیدواروں نے کافی جدوجہد کی، ساتھ ہی منظر علی خاں نے بھی کافی محنت کی نیز انقلاب نے اس تعلق سے خبریں شائع کیں۔ اس کے بعد بعد بازی میں جاری کی گئی دوسری لسٹ کو محکمہ نے واپس لے لیا اور ایک روز بعد جب دوسری لسٹ جاری کی گئی تو اس میں تقریباً 50 لوگوں کو منتخب کرلیا گیا جس سے اردو اساتذہ کو بڑی راحت ملی لیکن پھر بھی 12 سے زائد امیدواروں کا نام ٹیٹ ہونے کے باوجود لسٹ میں شامل نہیں ہے۔ اہم بات یہ ہے کہ اب اسکولوں میں امتحانات شروع ہونے والے ہیں اور اب تک اردو اساتذہ کا تقرر نہیں ہوپایا جس کی وجہ سے بچوں کی پڑھائی کا کافی نقصان ہورہا ہے۔

امید کی جارہی ہے کہ ٹیٹ سے متعلق ایک اور لسٹ محکمہ جاری کرسکتا ہے جس میں ٹیٹ کیے ہوئے بھی امیدوار شامل ہوں گے۔

قومی کمیشن برائے اقلیتی تعلیمی ادارہ جات (نارتھ ایسٹ) کے کوآرڈینیٹر منظر علی خاں نے دوبارہ لسٹ جاری ہونے پر اطمینان کا اظہار تو کیا مگر جن کا نام نہیں آیا اس پر افسوس کا اظہار بھی کیا۔ انھوں نے کہا کہ اکتوبر میں امتحانات ہونے والے ہیں اور سب سے بڑا نقصان نویں اور دسویں کلاس کے طلبہ کا ہورہا ہے کیوں کہ اس امتحان کے نمبر فائنل میں جڑتے ہیں۔ انھوں نے بچوں کے سرپرستوں سے اپیل کی کہ وہ اس تعلق سے محکمہ تعلیم کی ڈائرکٹر پدمنی سنگھا اور ایل جی نجیب جنگ سے ملاقات کرکے اپنے مسائل ان کے سامنے رکھیں۔ (انقلاب۔ دہلی)

مسلم طلبہ کو جبراً سنسکرت پڑھانے کا معاملہ

فوری کارروائی کی ہدایت جاری

نئی دہلی (۱۳؍ستمبر)۔ مرکزی وزارت اقلیتی امور کے تحت کمشنر فار لنگوسٹک مائناریٹیز نے دہلی سرکار کے ڈائرکٹوریٹ آف ایجوکیشن کے اسکولوں میں مسلم بچوں کو سنسکرت پڑھنے کے لیے مجبور کیے جانے کی شکایت پر سخت موقف اختیار کرتے ہوئے ڈائرکٹوریٹ آف ایجوکیشن میں پرنسپل سکریٹری (ایجوکیشن) کو ہدایت جاری کی ہے کہ وہ اس معاملے کی انکوائری کرکے فوری اقدام کی ہدایت دیں اور کارروائی سے کمشنر فار لنگوسٹک مائناریٹیز کے دفتر کو آگاہ کرایا جائے۔ نوائے حق ویلفیئر ایسوسی ایشن کی شکایت پر جاری اس حکم نامے پر اسسٹنٹ کمشنر لنگوسٹک مائناریٹیز ایس شیو کمار کے دستخط ہیں۔

واضح ہو کہ نوائے حق ویلفیئر ایسوسی ایشن نے ایک آر ٹی آئی کی بنیاد پر یہ انکشاف کیا تھا کہ دہلی کے ایک سو اسکولوں میں مسلم بچوں کو اردو کی بجائے سنسکرت پڑھنے پر مجبور کیا جارہا ہے۔ تنظیم نے ان اسکولوں کی ایک فہرست بھی جاری کی تھی جو ڈائرکٹوریٹ آف ایجوکیشن کی جانب سے مہیا کرائی گئی تھی۔ اس کے بعد ان دستاویزات کے ساتھ نوائے حق نے پرنسپل سکریٹری (ایجوکیشن) آنند مجمدار، قومی کمیشن برائے اقلیتی تعلیمی ادارہ جات کے جسٹس سہیل اعجاز صدیقی، کمشنر فار لنگوسٹک مائناریٹیز پروفیسر اختر الواسع، اقلیتی کمیشن کے چیئرمین قمر احمد، دہلی سرکار کے محکمہ تعلیم میں اقلیتی سیل کے نوڈل آفیسر ڈاکٹر شمشاد علی، ڈی پی ایس ای کے چیئرمین دنیت جوشی اور اردو اکادمی کے سکریٹری انیس اعظمی کو شکایتی مکتوب بھیج کر اس سلسلے میں قدم اٹھانے کا مطالبہ کیا تھا۔ اس سے قبل جسٹس صدیقی اس تعلق سے ایجوکیشن ڈائرکٹر کو خط بھیج چکے ہیں۔ تنظیم کا کہنا ہے کہ دہلی اسکول ایجوکیشن ایکٹ ۱۹۷۳ء، ڈی ایس ای کے رولز اور آئین چھٹی سے دسویں جماعت تک کے طلبہ کو تیسری زبان کے طور پر اپنی مادری زبان پڑھنے کا حق دیتا ہے لیکن دہلی سرکار کا ایجوکیشن ڈائرکٹوریٹ اقلیتوں بالخصوص مسلم طلبہ کا یہ حق مسلسل سلب کررہا ہے اس لیے اس تعلق سے ضروری قدم اٹھائے جانے چاہئیں۔ تنظیم کے صدر اسعد غازی کا کہنا ہے کہ دہلی سرکار کے اسکولوں میں مسلم طلبہ کو تیسری زبان کے طور پر اردو کی جگہ سنسکرت پڑھنے پر مجبور کیا جارہا ہے۔ ایسے لوگوں کے خلاف اقدام کرنے چاہئیں جو طلبہ اور ان کے والدین کی مرضی کے خلاف ان پر سنسکرت تھوپنے کے لیے ذمہ دار ہیں۔ دہلی میں اس وقت 100 سے زیادہ اسکولوں میں طلبہ کو اردو کی بجائے سنسکرت پڑھنے پر مجبور کیا جارہا ہے۔

(راشٹریہ سہارا۔ دہلی)

اردو اسکولوں میں اساتذہ کی قلت

چنامنی، کرناٹک (۱۷؍ستمبر)۔ شہر چنامنی کے مختلف سرکاری اردو اسکولوں میں کہیں اساتذہ کی تعداد زیادہ ہے تو کہیں طلبہ کی تعداد کم ہے۔ چند اسکولوں میں طلبہ کی تعداد زیادہ ہے تو اساتذہ کی تعداد بہت کم ہے۔ اس معاملے کو لے کر محکمہ تعلیم کے افسران سے کئی مرتبہ شکایت کیے جانے کے باوجود کوئی کارروائی نہیں ہوئی۔ شہر کے چند اسکولوں میں اناج اور دیگر کھانے پکانے کی اشیا فراہم کی جاتی ہیں وہ بھی ٹھیک سے سپلائی نہیں ہو پارہی ہے۔ شہر کے کئی اسکولوں میں اساتذہ طلبہ کی تعداد زیادہ بتا کر اناج حاصل کررہے ہیں۔ وینکٹ گری کوٹے کے اردو سرکاری اسکول میں سپلائی کیے جانے والے گیس سلنڈر ٹھیک طرح سے فراہم نہیں کیے جارہے ہیں اور دو کلاسوں کے طلبہ کو ایک ہی کمرے میں بٹھا کر تعلیم دینے کی نوبت آچکی ہے۔ مقامی افراد نے محکمہ تعلیم کے افسران سے مطالبہ کیا ہے کہ جلد سے جلد اساتذہ کا تقرر کیا جائے نیز وقت پر گیس سلنڈر فراہم کیا جائے۔

(سالار۔ بنگلور)

اردو میڈیم سرکاری اسکولوں میں

صحت مند اور مثبت مسابقت کی ضرورت

حیدرآباد (۱۶؍ستمبر)۔ اردو میڈیم اسکولوں کے تعلیمی معیار کو بلند کرنے کے لیے مثبت اور صحت مند مسابقت کی ضرورت ہے۔ مسلم ایجوکیشنل ڈیولپمنٹ فورم کا ایک وفد جناب بشیر الدین فاروقی (ریٹائرڈ ڈپٹی ای او)، جناب نعیم اللہ شریف اور جناب رشید احمد (ڈی ای او حیدرآباد) اور ریجنل جوائنٹ ڈائرکٹر اسکول ایجوکیشن سے ملاقات کرکے تشویش کا اظہار کیا کہ پڑوسی ریاستیں مہاراشٹر اور کرناٹک کے مقابلے میں ہماری ریاست میں اردو کا معیار تعلیم پست ہے۔ نئی ریاست تلنگانہ کی ٹی آر ایس حکومت سرکاری اسپتالوں اور اسکولوں کے معیار کو بلند کرنے کے لیے مثبت اقدام جیسے بائیو میٹرک حاضری اور تعلیمی اوقات میں تبدیلی کرتے ہوئے عمدہ شروعات کی ہے لیکن ساتھ ہی اردو میڈیم نصابی کتب کی وقت پر دستیابی، نئے نصاب کے مطابق ٹیچروں کے لیے ضروری ٹریننگ کا اہتمام کرنے کی ضرورت ہے۔ سرکاری اسکولوں میں پانی، بیت الخلا اور انفراسٹرکچر کو بہتر بنانے کی ضرورت ہے۔ بعض اردو میڈیم اسکولوں کا معیار تعلیم کافی امید افزا ہے لیکن بعض اسکولوں کا انتہائی پست ہے۔ جناب سومی ریڈی ڈی ای او اور جناب مستانیا آر جے ڈی نے اردو میڈیم اسکولوں کے معیار تعلیم کو بلند کرنے کے لیے ٹھوس اقدام کرنے کا یقین دلایا ہے۔

(سیاست۔ حیدرآباد)

اردو میڈیم اسکولوں میں اردو داں ہیڈ ماسٹرس مقرر کیے جائیں

پرنسپل سکریٹری اسکول ایجوکیشن اور ڈی ای او سے نمائندگی

حیدرآباد (۱۲؍ستمبر)۔ آر یو پی پی (RUPP) کے ریاستی صدر محمد عبداللہ حیدرآباد ضلع کے صدر محمد عبدالحمید خاں کی قیادت میں ایک وفد نے ضلع حیدرآباد کے ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسر جناب سومی ریڈی سے ملاقات کرتے ہوئے ضلع حیدرآباد کے اردو، تیلگو، ہندی کے علاوہ دیگر مادری زبان پڑھانے والے اساتذہ کے مسائل کے حل کے لیے نمائندگی کی۔ اس موقع پر ڈی ای او سومی ریڈی نے تلنگانہ پنڈت یونین کے کنوینر سے ہر ممکن تعاون کرنے کا یقین دلایا علاوہ ازیں پرنسپل سکریٹری محکمہ تعلیمات حکومت تلنگانہ مسٹر وکاس راج سے ان کے چیمبر میں ملاقات کرتے ہوئے تلنگانہ پنڈت کے لیے تیار کیے جانے والے سروس رولس پر تجاویز پیش کیے اور ریاست بھر کے اردو میڈیم اسکولوں میں اردو داں ہیڈ ماسٹرس کے تقررات کو یقینی بنانے کا مطالبہ کیا گیا۔ پرنسپل سکریٹری مسٹر وکاس راج نے ہمدردانہ غور کرنے کا یقین دلایا۔

(سیاست۔ حیدرآباد)

بیجاپور میں اردو ہال تعمیر کرنے کی ضرورت

بیجاپور (۱۵؍ستمبر)۔ کرناٹک اردو اکادمی کے رکن جناب رفیع بھنڈاری نے بیجاپور میونسپل کارپوریشن سے مطالبہ کیا ہے کہ شہر بیجاپور میں اردو ہال تعمیر کرنے کے لیے شہر کے مرکز میں زمین الاٹ کرے اور ایس ایف سی اسکیم کے تحت مجوزہ اردو ہال کی تعمیر کے لیے گرانٹ منظور کی جائے۔ جناب بھنڈاری نے اس خصوص میں ایک میمورنڈم بیجاپور میونسپل کارپوریشن کے میئر جناب سجاد مشرف کے حوالے کیا ہے جس میں واضح طور پر بتایا گیا ہے کہ بیجاپور اردو کا ایک قدیم اور تاریخی شہر ہے جہاں آج پرائمری سے یونیورسٹی سطح تک کے بے شمار تعلیمی اداروں میں زیر تعلیم ہزاروں اردو کے طلبہ ہونے کے علاوہ اردو زبان و ادب کے فروغ کے لیے یہاں ہمیشہ سرگرمیاں جاری رہتی ہیں۔ شہر بیجاپور میں اردو ہال بلدیہ کی جانب سے قائم کرنے کے لیے ماحول سازگار ہے۔ انھوں نے بتایا کہ میئر نے میمورنڈم قبول کرنے کے بعد یقین دلایا ہے کہ وہ اس خصوص میں ضرور پہل کریں گے۔

(سالار۔ بنگلور)

اردو میڈیم اسکولوں کے معیار تعلیم کو بلند کرنے کے لیے انجمن ترقی اردو شاخ ہوڑہ کی جدوجہد

ہوڑہ، مغربی بنگال (۲۲ر ستمبر)۔ اردو میڈیم اسکولوں کے معیار تعلیم کو بلند کرنے کے لیے انجمن ترقی اردو ضلع ہوڑہ کی جانب سے تعلیمی بیداری مہم شروع کی گئی ہے۔ اس مہم کے دوران اسکول کے اساتذہ، طلبہ و طالبات اور ان کے سرپرستوں سے تعلیمی بیداری پر گفتگو کی جائے گی تاکہ مستقبل میں تعلیم کی راہ میں حائل دشواریوں پر قابو پایا جاسکے۔ اس سلسلے میں دو مرا اردو وجناب ایم اے قائم ملک کی قیادت میں ۲۰ر ستمبر کو ترقی اردو ہائر سکنڈری اسکول بالی، ہوڑہ سے ہوا۔ انجمن کے اس وفد میں ڈاکٹر واصف اختر، دائم محمد انصاری اور ہارون ارشد شامل تھے۔ طلبہ وطالبات سے سوال کیا گیا کہ بہتر رزلٹ کے نہ ہونے میں آپ کو کن دشواریوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ ان کا جواب تھا کہ اسکول میں اساتذہ کی کمی، وقت پر کتابوں کی عدم دستیابی، کتابوں کا معیاری نہ ہونا، کورس کو مکمل کرنے کے لیے اساتذہ کا جلد پڑھانا، ماحول کا تعلیم کے لیے سازگار نہ ہونا۔ فی الحال اگر ان دشواریوں پر قابو پالیا جائے تو تعلیمی بہتری میں خاطر خواہ اضافہ ہونے کی امید ہے۔ ہم لوگوں کو خوشی ہے کہ ہمارے دکھ درد کو بانٹنے کے لیے انجمن ترقی اردو کے اراکین سامنے آئے ہیں۔ ترقی اردو ہائر سکنڈری اسکول کے ٹیچر انچارج محمد ضیاء الدین انصاری، ماسٹر نورالہدیٰ، ماسٹر عبدالسلام، ریاض الدین، صادق انصاری، مقصود عالم، رضیہ باجی، شاذیہ باجی، رشیدہ تبسم باجی، شائستہ پروین اور ماسٹر عبدالقیوم سے وفد کی تفصیلی گفتگو ہوئی۔ اساتذہ نے بتایا کہ ہمارے یہاں طلبہ وطالبات کی تعداد پانچ سو ہے جبکہ منظور شدہ اساتذہ صرف سات ہیں۔ اس طرح ایک اُستاد کو سو سے زیادہ بچوں کو پڑھانا پڑتا ہے۔ اس کے باوجود ہمارے اسکول کا رزلٹ گزشتہ سات برسوں سے صد فیصد ہو رہا ہے، یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ ہمارے اساتذہ محنت اور لگن سے پڑھاتے ہیں۔ اگر پورا اسٹاف مل جائے تو ہم لوگ اور بہتر رزلٹ کر سکتے ہیں۔ انجمن ترقی اردو کے عہدیداران سے ہم اپیل کریں گے کہ ایس سی اور ایس ٹی سسٹم کو مدرسہ ایجوکیشن کی طرح اردو میڈیم اسکولوں سے بھی ختم کرانے کے لیے تحریک شروع کی جائے۔ محمد ضیاء الدین انصاری ٹیچر انچارج نے اساتذہ کی جانب سے انجمن ترقی اردو ضلع ہوڑہ کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ تعلیمی بہتری کے لیے آپ حضرات کی یہ پہل ضرور بارآور ثابت ہوگی۔

(اخبار مشرق۔ دہلی)

ریاست جھارکھنڈ میں اردو کو ختم کرنے کی سازش بند ہو

رانچی (۱۳ر ستمبر)۔ ونوبا بھاوے یونیورسٹی کے سابق صدر شعبہ اردو پروفیسر ابوذر عثمانی نے کہا ہے کہ ریاست میں اردو کو ختم کرنے کی اعلا سطحی سازش ہو رہی ہے اس کے خلاف جدوجہد کی ضرورت ہے۔ اردو اساتذہ کی تقرری میں حکومت کی نیت ٹھیک نہیں ہے۔ اسکولوں کے اردو طلبہ کو جھارکھنڈ بننے کے بعد صرف دو بار ہی کتابیں دستیاب کرائی گئی ہیں۔ انھوں نے پرائمری سطح پر مسلم بچوں کو اردو کی تعلیم دیے جانے کا مطالبہ کیا۔ وہ مدرسہ دارالعلوم جامعی، باغ میں منعقد جھارکھنڈ اردو اساتذہ یونین کی یک روزہ ریاستی کانفرنس میں بطور مہمان خصوصی خطاب کر رہے تھے۔

پروفیسر شاہد حسن نے کہا کہ تنظیم اردو کی ترقی اور فروغ میں ایمان داری کے ساتھ کوشش کرے منزل ضرور ہے گی۔ پروفیسر وکیل رضوی نے تیزی سے سمٹ رہی اردو کی تعلیم اور زبان پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے تشکیل یونین کو آندھیوں میں جلتا ہوا چراغ بتایا۔ مولانا صابر نے کہا کہ ریاست میں ساڑھے چار ہزار اساتذہ کی تقرری بیکلاگ کے تحت ہیں، ماسٹر یہ عقادل اور بے ایم ایم کے لیے بڑا چیلنج ہے۔ انھوں نے ریاست کے آئی اے ایس افسروں پر اردو کی ترقی میں روڑے اٹکانے کا الزام لگایا۔ محمد شاہد نے کہا کہ ریاست میں اردو کی حالت بے حد خراب ہے، پرائمری سطح پر اس میں بہتری کی ضرورت ہے۔ انھوں نے حکومت سے ساڑھے چار ہزار کی جگہ پندرہ ہزار اساتذہ کی تقرری کا عمل شروع کیے جانے کا مطالبہ کیا۔ محمود عالم نے لوگوں سے بے خوف ہو کر اردو کی ترقی کے لیے سب ڈویژن اور ضلع سطح پر تنظیم بنا کر لوگوں کو بیدار کرنے کی ضرورت جتائی۔ اپنی صدارتی تقریر میں شریف احسن مظہری نے اساتذہ کی تقرری کے عمل میں تیزی لانے کے لیے اسمبلی انتخابات سے پہلے حکومت پر دباؤ بڑھانے پر زور دیا۔ اظہار تشکر عبدالحکیم ندوی نے کیے۔ اس موقع پر راقم احسن ضیاء الہدیٰ، غلام احمد، شہزاد انور، طہارت حسین، محمود عالم سمیت اردو کے درجنوں اساتذہ موجود تھے۔

(اردو ایکشن۔ بھوپال)

اترپردیش میں دوسری سرکاری زبان اردو کے نفاذ کے لیے عملی اقدام کیے جائیں

رامپور (پریس ریلیز)۔ انجمن ترقی اردو اترپردیش کے جنرل سکریٹری محمود الظفر رحمانی ایڈوکیٹ نے کہا کہ سپریم کورٹ نے اردو کے سلسلے میں جو تاریخی فیصلہ دیا ہے اس کی جتنی تعریف کی جائے وہ کم ہے، اب اردو کی ترقی کے لیے حکومت اترپردیش کو قدم اٹھانے کی پوری آزادی حاصل ہوگئی ہے، اب اس سلسلے میں کوئی بہانہ نہیں کیا جاسکتا۔

رحمانی صاحب نے کہا کہ اردو کی ترقی کے لیے سب سے ضروری کام یہ ہے کہ پوری ریاست میں اردو میڈیم اسکول کھولے جائیں۔ انھوں نے کہا کتنی عجیب بات ہے کہ 18 کروڑ کی آبادی والے صوبہ اترپردیش میں ایک بھی اردو میڈیم جونیر ہائی اسکول، سیکنڈری اسکول اور انٹر کالج نہیں ہے جب کہ ملک کی دوسری ریاستوں میں اردو میڈیم اسکول قائم ہیں۔

محمود الظفر رحمانی نے کہا کہ حکومت اترپردیش کو چاہیے کہ اس سلسلے میں تمام ہی ضروری قدم فوری طور پر اٹھائے جائیں۔

انجمن ترقی اردو اترپردیش ریاست کے وزیر اعلا اکھلیش یادو سے مطالبہ کرتی ہے کہ اب وہ اردو کے بارے میں زبانی ہمدردی کم کریں کیوں کہ سپریم کورٹ نے تمام ہی قانونی رکاوٹوں کو دور کردیا ہے۔

رحمانی صاحب نے کہا کہ اترپردیش اسمبلی میں اردو میں ممبران اسمبلی کو حلف اٹھانے کی اجازت دی جائے، تمام سرکاری محکموں میں اردو میں لکھی درخواستیں قبول کی جائیں اور جہاں جہاں دفتروں میں اردو جاننے والے ملازم نہیں ہیں وہاں ایسے لوگوں کا تقرر کیا جائے جو اردو جاننے والے ہوں، اس کے ساتھ اس شرط کو ختم کردیا جائے کہ اردو درخواست کے ساتھ اس کا ہندی ترجمہ لگایا جائے۔ رحمانی صاحب نے یوپی سرکار سے امید جتائی کہ سپریم کورٹ کے فیصلے کی روشنی میں جلد اقدام کرے گی۔

اردو ٹرانسلیٹرز ایسوسی ایشن کی میٹنگ

اردو مترجمین کی بھرتی کے لیے حکم نامہ جاری کرنے پر زور

اعظم گڑھ (۲۲ر ستمبر)۔ اردو ٹرانسلیٹر ایسوسی ایشن یونٹ اعظم گڑھ کی ماہانہ میٹنگ آج ایسوسی ایشن کے ضلع صدر رضوان احمد کے مکان واقع پہاڑپور میں ہوئی جس میں سب سے پہلے کشمیر کے تباہ کن سیلاب پر اہل کشمیر سے ہمدردی کا اظہار کیا گیا اور ساتھ ہی متفقہ طور سے یہ قرارداد منظور کی گئی کہ اردو مترجمین اپنی ایک روز کی تنخواہ کشمیر کے مصیبت زدگان کی امداد کے لیے وزیر اعلا کے امدادی راحت فنڈ میں جمع کریں گے۔ اس کے بعد گزشتہ دنوں سپریم کورٹ کے اس فیصلے پر خوشی اور اطمینان کا اظہار کیا گیا جس میں اترپردیش میں اردو کو دوسری سرکاری زبان کے درجے کو صحیح قرار دیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں کامیاب پیروی کے لیے وزیر اعلا اکھلیش یادو کو مبارک باد دی گئی۔ اس کے علاوہ اردو مترجمین کی نئی بھرتی کرنے کے لیے جلد سے جلد حکم نامہ جاری کرنے پر بھی زور دیا گیا۔ میٹنگ میں ضلع صدر رضوان احمد نے کہا کہ اصل معاملہ تو اردو والوں کی اپنی سوچ اور اپنے عمل کا ہے اب وقت آگیا ہے کہ والدین اپنے بچوں کی بنیادی تعلیم کے لیے اردو کو ہر قیمت پر پڑھانے کا انتظام کریں۔ میٹنگ سے منظور حسن، محمد، سید شمر مہدی، نائب صدر محمد شاہد، جنرل سکریٹری شباب احمد خاں، نائب سکریٹری اعجاز احمد، شکیل احمد اور کلام احمد نے بھی خطاب کیا۔

(راشٹریہ سہارا۔ دہلی)

ایس ای آر ٹی میں زیر تربیت اساتذہ کا اردو کتاب لینے سے انکار

اردو یونٹ میں بحال اساتذہ ہندی میں ڈپلومہ کرنے پر مصر

دربھنگہ (۱۰ر ستمبر)۔ ہائی کورٹ کے فیصلے کے مطابق بہار سرکار کو ریاست میں بحال آٹھ پرائمری غیر تربیت یافتہ اساتذہ کو جلد سے جلد تربیت یافتہ بنانا ہے۔ بہار حکومت نے اندرا گاندھی نیشنل اوپن یونیورسٹی سے غیر تربیت یافتہ اساتذہ کو ٹریننگ دلایا تھا جسے این سی ٹی ای نے تسلیم نہیں کیا، جس کی وجہ سے حکومت نے ایس ای آر ٹی کے ذریعے غیر تربیت یافتہ ٹیچروں کو تربیت دلانے کا فیصلہ کیا۔ اب ایس ای آر ٹی کے ذریعے غیر تربیت یافتہ ٹیچروں کو ڈپلوما ان ایلیمنٹری ایجوکیشن کرایا جا رہا ہے، جس کے لیے بلاک سے ساتھ ٹیچروں کی تعداد پر ہر بلاک میں کم از کم دو ٹریننگ سینٹر قائم کیا گیا ہے۔ اس ڈپلوما کی بھی کتابیں اردو زبان میں ترجمہ کر کے ڈسٹرکٹ ضلعی انسٹی ٹیوٹ آف ایجوکیشن اینڈ ٹریننگ کی آفس کو دستیاب کرادی گئی ہیں۔ ہر مرکز پر کم از کم دس سے تیس کی تعداد میں اردو ٹیچر ٹریننگ لے رہے ہیں لیکن افسوس کا مقام یہ ہے کہ ان اردو اساتذہ کو یہ بھی نہیں معلوم ہے کہ سبھی مضامین کی کتابیں اردو زبان میں دستیاب ہیں۔ اتنا ہی نہیں، ایک استاد نے بڑی مشقتوں کے بعد اردو کتابیں ایک مرکز کے لیے حاصل کیں تو لانے والے کو چھوڑ کر بقیہ تیرہ اردو ٹیچروں نے اردو کتابیں لینے سے انکار کردیا۔ ان ٹیچروں کے مطابق انھیں اردو نہیں آتی وہ ہندی زبان میں ڈپلوما کریں گے۔ عجیب بات ہے کہ پرائمری و مڈل اسکولوں کے لیے اردو، عربی اور فارسی کے علاوہ سبھی مضامین اردو زبان میں چھپوا کر گورنمنٹ کروڑوں کے خرچ سے سپلائی کرتی ہے جسے یہ اساتذہ اپنے اسکول لانے سے انکار کرتے ہیں اور یہ کتابیں بی آر سی انتظامیہ کے لیے درد سر بنتی ہیں۔ یہ حال ہے ان اردو اساتذہ کا جو اردو کی روزی روٹی کھا رہے ہیں۔ حد تو یہ ہے کہ ان کی بحالی اردو استاد کے طور پر ہوئی ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ہوگا اردو کے مستقبل کو جب اسکول میں اردو نہیں پڑھائی جائے گی۔ اساتذہ اردو میں امتحان نہیں دیں گے تو کیوں لاکھوں کی لاگت سے اساتذہ اور طلبہ کے لیے اردو کتابیں چھپوائی جاتی ہیں؟ اور کیوں اردو کے نام پر کروڑوں روپے تنخواہ کے مد میں خرچ کیے جائیں؟ ایسے اساتذہ کو کیوں نہیں برخاست کردیا جائے جو اردو ٹیچروں کی جگہ بحال ہیں اور انھیں اردو نہیں آتی۔

(راشٹریہ سہارا۔ دہلی)

بہار کے 75 ہزار پرائمری اسکولوں میں اساتذہ بحال ہوں گے

پٹنہ (۹ر ستمبر)۔ نومبر میں پرائمری ٹیچروں کی تقرری کے لیے شیڈول جاری کیا جائے گا۔ چوں کہ 75 ہزار اساتذہ کی تقرری ہونی ہے اس لیے محکمہ تعلیم ہر ایک ضلع میں شیڈول بنا رہا ہے۔ پرائمری ٹیچروں کی تقرری کے لیے محکمہ اس طرح سے شیڈول کو تیار کیا جا رہا ہے کہ دو ماہ کے اندر 75 ہزار خالی عہدوں پر بحالی یقینی ہوجائے۔ اس کے علاوہ ہائی اسکولوں میں بھی ٹیچروں کی بحالی کی تجویز ہے تاکہ بارہویں کلاس تک کے طلبہ اور طالبات کو پڑھائی میں کوئی دقت نہ ہوسکے۔

(انقلاب۔ دہلی)

نئی کتابیں

تبصرے کے لیے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے

نام کتاب : ورق ورق آئینہ (دیپک بدکی شخصیت اور فن)
ترتیب : پروفیسر شہاب عنایت ملک
ڈاکٹر فرید پربتی
ڈاکٹر انور ظہیر انصاری
ضخامت : ۳۸۴ صفحات
قیمت : ۳۰۰ روپے
ملنے کا پتا : میزان پبلشرز، بالمقابل فائر اینڈ ایمرجنسی سروسز ہیڈ کوارٹرس، بٹہ مالو، سری نگر
تبصرہ نگار : سعید اختر اعظمی
sakhtar0075@gmail.com

'اردو کہانی' آج ایسے دوراہے پر کھڑی ہے جہاں ایک جانب تیز رفتار مغربی فکر و عمل ہے تو دوسری جانب چیونٹی کی چال چلتا ہوا سست رفتار مشرقی معاشرہ۔ میں ادب میں تجربوں کے خلاف نہیں ہوں چاہے وہ فارم کے متعلق ہوں یا زمان و مکان کے متعلق مگر جس معاشرے کے لیے لکھا جارہا ہے کیا ان تحریروں سے اس معاشرے کا بھلا ہورہا ہے یہ دیکھنا ہمارے لیے ضروری ہے۔ دیپک بدکی کی یہ تشویش بجا سہی لیکن سوال یہ بھی ہے کہ مغربی افکار کی نقالی اور سماجی اقدار کی زبوں حالی پر کب تک ماتم کا یہ سلسلہ چلتا رہے گا؟ قلم کار سوسائٹی کو آئینہ ضرور دکھائے مگر اپنی تحریر میں اس کا سدِ باب بھی کرے۔ بدکی صاحب نے معاشرتی کج رویوں پر نشتر زنی ہی نہیں کی بلکہ سوالیہ نشان بھی لگایا ہے۔ اب یہ ہماری فطرت پر منحصر ہے کہ اپنی روش بدلنے پر تیار ہوتے ہیں یا نہیں؟

دیپک بدکی میں بدکی کا لاحقہ کیوں کر در آیا اس حوالے سے یہ روایت بیان کی جاتی ہے کہ ان کے گھر میں کسی شخص کو کھدائی کے وقت وہاں کے رائج الوقت سکوں کا خزانہ مل گیا تھا جسے کشمیری زبان میں بدکی کہتے ہیں۔ اسی لیے سب لوگ انہیں بدکی والا کہنے لگے۔ وقت گزرنے کے ساتھ یہ صرف بدکی رہ گیا۔ سری نگر کشمیر سے تعلق رکھنے والے بدکی انڈین پوسٹل سروس میں سرکاری ملازم رہے ہیں۔ ملازمت میں بحالی سے قبل ہی انھوں نے اپنی افسانہ نگاری کا آغاز کر دیا تھا۔ 1970 میں ان کا پہلا افسانہ 'ملن' شائع ہوا تھا۔ تقریباً نصف صدی کا سفر طے کرنے والا ان کا افسانہ طراز قلم اب بھی سرگرم ہے۔ مختلف رسائل و جرائد میں فکشن کے توسط سے اپنی منفرد پہچان بنانے والے بدکی پر ماہنامہ 'شاعر' ممبئی، 'اسباق' پونے اور 'انتساب' سرونج نے مبسوط گوشہ شائع کیا۔ ان کے تین افسانوی مجموعے 'ادھورے چہرے'، 'چنار کے پنجے' اور 'زیبرا کراسنگ پر کھڑا آدمی' قارئین کے روبرو ہوچکے ہیں۔ وہ 'عصری تحریریں' اور 'عصری شعور' کے عنوان سے غیر افسانوی رنگ (مضامین) بھی پیش کرچکے ہیں۔

'ورق ورق آئینہ' دیپک بدکی: شخصیت اور فن' کی ترتیب پروفیسر شہاب عنایت ملک، ڈاکٹر فرید پربتی مرحوم اور ڈاکٹر انور ظہیر انصاری کی مرہون منت ہے۔ اس کے مشتملات میں دیپک بدکی پر ایک نظر، فکری جہات (ادھورے چہرے، چنار کے پنجے، زیبرا کراسنگ پر کھڑا آدمی اور عصری تحریریں پر مضامین و تبصرے) ردعمل، مکتوبات و تاثرات کی شمولیت ہے۔ ان پر خامہ فرسائی کرنے والوں میں افتخار امام صدیقی، سلطانہ مہر، نذیر فتح پوری، نیاض احمد وجیہ، ڈاکٹر انور ظہیر انصاری، سروان سنگھ، نور شاہ، قاضی مشتاق احمد، رفیق شاہین، فرخ صابری، ڈاکٹر خان حفیظ، آنجہانی مانک ٹالا، عرش صہبائی، ڈاکٹر حامد اشرف، رئیس الدین رئیس، ڈاکٹر پریمی رومانی، سیدہ نسرین نقاش، فیضان سعید، ڈاکٹر انوار احمد انصاری، طارق کاتل، اظہر نیر، دیپک کنول، حسن ساہو، ڈاکٹر نذیر آزاد، پروفیسر شہاب عنایت ملک، فرحت رضوی، ڈاکٹر ریاض بجل، ڈاکٹر مجید احمد آزاد، عتار نسیم، مناظر عاشق ہرگانوی، وریندر پٹواری، ڈاکٹر سیفی سرونجی، عالم خورشید، ایم مبین، انور سدید، انیس رفیع، محمد ایوب واقف، بھگوان داس اعجاز، سید امتیاز الدین، قمر سنبھلی، رشید انجم، ابرار رحمانی، شفیق الرحمٰن، منصور خوشتر، اظہار احمد ندیم، مشتاق کشتواڑی، شیخ افروز زیدی، سید ظفر ہاشمی، عطیہ سکندر علی، احمد عثمانی، خان احمد فاروق اور شجاع الدین شاہد شامل ہیں۔ فکشن کو نئی جہت سے آشنا کرانے والے دیپک بدکی پر مرتب یہ کتاب شخصیات شناسی کے حوالوں میں نمایاں اضافہ ہے۔

●●●

نام کتاب : مرزا غالب کی حویلی اور دیگر دو ڈرامے
مصنف : قاضی مشتاق احمد
ضخامت : ۱۲۰ صفحات
قیمت : ۱۵۰ روپے
ناشر : موڈرن پبلشنگ ہاؤس ۹- گولا مارکیٹ، دریا گنج نئی دہلی - ۱۱۰۰۰۲
تبصرہ نگار : دیپک بدکی
deepak.budki@gmail.com

قاضی مشتاق احمد نہ صرف مشہور افسانہ نگار ہیں بلکہ کالم نگاری اور ڈرامہ نگاری میں بھی ید طولیٰ رکھتے ہیں۔ ان کا زیرِ نظر ڈراموں کا مجموعہ ان کی تاریخ شناسی اور ڈرامہ نویسی کا ثبوت ہے۔ مجموعے میں تین ڈرامے شامل ہیں: 'مرزا غالب کی حویلی'، 'آخری مغل' اور 'آزاد کا خواب'۔ جیسا کہ عنوانات سے ظاہر ہے یہ تینوں ڈرامے ہندوستان کی تاریخ سے جڑے ہیں۔ قاضی مشتاق احمد کے ڈراموں کو اسٹیج پر لانے کے لیے آئیڈیل ڈرامہ اینڈ انٹرٹینمنٹ اکیڈمی (IDEA) کا تعاون حاصل رہا ہے جو اردو اور ہندی ڈراموں خصوصاً پریم چند کی تصانیف کو ڈراموں کے قالب میں پیش کرنے میں گزشتہ دس بارہ سالوں سے سرگرم عمل ہے۔ اس سے پہلے قاضی مشتاق احمد کا ڈرامہ 'آتش کشمیر' اسٹیج پر پیش کیا گیا تھا جس کو ناظرین نے کافی سراہا۔ مذکورہ ڈراموں کی کامیابی کا اندازہ ممبئی اور پونے سے شائع ہونے والے اخبارات کے تبصروں سے لگایا جاسکتا ہے جو ڈراموں کو پیش کیے جانے کے بعد ان اخباروں میں شائع ہوئے۔ کچھ اقتباسات زیرِ نظر مجموعے میں بھی شامل کیے جاچکے ہیں۔

دو بابی ڈرامہ 'مرزا غالب کی حویلی' اردو کے مشہور شاعر اور نثر نگار مرزا غالب کی داستانِ زندگی ہے جو ان کی حیات کے علاوہ سلطنتِ مغلیہ کی کمزوریوں و لاچاریوں، انگریزوں کی تباہ کاریوں اور ہندوستانی معاشرے کے تنزل کو بیانی لائٹ کرنے میں کامیاب رہا ہے۔ اس ڈرامے میں غالب کی نجی زندگی کی اہم جھلکیاں، خودداری، دوست نوازی، تحریروں کی شوخی، بلند خیالی اور ظرافت، معاصروں کے ساتھ چشمکیں اور مذہب کے تئیں ان کی سیکولر سوچ کی عکاسی بھی ملتی ہے۔ چنانچہ غالب نے اپنے مکتوبات کو مکالمہ بنایا تھا اس لیے ڈرامے میں مکالموں کی بندش اور ظرافت کی طرف خاص خیال رکھا گیا ہے اور جگہ جگہ پر ان کو غالب کی غزلوں سے مزین کیا گیا ہے۔ ڈرامہ 'آخری مغل' میں مغلیہ سلطنت کے آخری تاجدار بہادر شاہ ظفر کی زندگی کے اتار چڑھاؤ، مذہبی رواداری، ان کے تئیں ہندوستان کے اکثر راجاؤں کی وفاداری، انگریزوں کی چالبازی، خود غرض افراد کی مخبری، شہزادوں کی شہادت، بادشاہ کی جلاوطنی اور دیارِ غیر میں ان کی موت کو بڑی ہنرمندی اور اختصار کے ساتھ منعکس کیا گیا ہے۔ یہاں بھی بہادر شاہ ظفر کی شاعری کا برمحل استعمال کیا گیا ہے کیونکہ ظفر نے اپنی شاعری میں نہ صرف اپنا غم بلکہ قوم کا غم بھی سمویا تھا۔ تیسرا ڈرامہ 'آزاد کا خواب' مولانا ابوالکلام آزاد کی زندگی پر مبنی ہے جس میں اس عالم دین، مفسرِ قرآن، قوم پرست، سیکولر مفکر اور کانگریسی وادی کے سفرِ حیات کی جھلکیاں پیش کی گئی ہیں۔ ڈرامے کے ایک اور کردار مولوی صاحب سے گفتگو کے دوران مولانا کی سیکولر سوچ سامنے آتی ہے۔ چنانچہ اس حوالے سے کہتے ہیں: "مولوی صاحب! حقیقی علم اور حقیقی مذہب گرچہ الگ الگ راستوں پر چلتے ہیں لیکن ان کی منزل ایک ہے۔" اس ڈرامے میں انگریزی حکومت کی فرقہ پرست کارستانیوں پر بھی خوب روشنی ڈالی گئی ہے۔ مولانا کو زندگی میں کئی بار جیل جانا پڑا لیکن وہ معاشی بدحالی کے باوجود ثابت قدم رہے اور اس کارروائی میں ان کی قناعت پسند بیوی نے ان کا خوب ساتھ دیا۔ ہندوستان کی آزادی کے بعد مولانا آزاد وزیر تعلیم بنے اور انھوں نے تعلیمی نظام کو بدلنے کے لیے کئی انقلابی قدم اٹھائے جن کا ذکر کرنا ڈرامہ نگار نہیں بھولے ہیں۔ دیکھا جائے تو یہ ڈرامہ اس عظیم شخصیت کے تئیں خراجِ عقیدت ہے۔

یہ بات تو صاف ظاہر ہے کہ تینوں ڈراموں میں زمانی لحاظ سے نصف صدی سے بھی زیادہ عرصے کو ضابطہ تحریر میں لانے کی کوشش کی گئی ہے جو بہت ہی مشکل کام ہے مگر ڈرامہ نگار اس کام میں سرخ رو ہوچکے ہیں۔ مذکورہ بالا تینوں ڈراموں میں جو دو باتیں مشترک ہیں وہ ہیں سیکولرازم پر فوکس اور پس آزادی اردو کی حالتِ زار کی عکاسی کرنا۔ 'مرزا غالب کی حویلی' میں ایک لڑکی، جو اردو کا علامیہ بن کر سامنے آتی ہے کہتی ہے "ہر کوئی مجھ سے زبانی ہمدردی کرتا ہے لیکن مدد نہیں کرتا۔" مجھے یہ کہنے میں کوئی تامل نہیں کہ اردو میں ڈرامہ نگاری کی جانب کبھی بھی توجہ نہیں دی گئی اس لیے قاضی مشتاق احمد کا یہ مجموعہ ایک خوش آئند کوشش ہے۔ مجھے پورا یقین ہے کہ وہ آگے بھی تاریخ کی نئی نئی کڑیاں اردو قارئین کے لیے کھولتے رہیں گے۔

●●●

بقیہ: اردو سے ہمارا رشتہ

صفحہ ۸ سے آگے

میں جتنے اور شعبے ترقی کرتے رہے ہیں تو محض ایک مختلف شعبہ نہیں بن گیا بلکہ Dynamic More Growing ایک شعبہ ہوگا یا ایک چیز یاد رکھیے گا۔

میں نے ابھی ابھی بی۔ اے کا زبانی امتحان لیا لڑکوں کا، تو سب لڑکے ہندی کے تھے۔ ہم نے کہا "اردو ہندی کا فرق بتلا سکتے ہو؟"

صاحب، ایک ایک نے کہا "اردو Refined ہے زیادہ Sweeter ہے بہت جلدی یاد ہو جاتی ہے، زبان پر چڑھ جاتی ہے" یہ ہندی کا لڑکا کہہ رہا ہے۔

اچھا، اب رہا یہ سوال کہ اس (اردو) میں عربی، فارسی، ترکی کے لفظ کیوں ہیں، پہلی بات تو یہ ہے کہ وہ آٹھ چھ سو صدی میں کل لغت میں۔ اس سے زیادہ تو گجراتی میں ہیں، مراٹھی میں ہیں، دس دس ہزار ہیں، بنگلہ میں ہیں اور بے تعصب لکھی ہوئی ہندی میں ہیں۔

اچھا دیکھیے ٹیگور ایک کہانی لکھتے ہیں جس کا نام ہے The Great News۔ بڑا دکھ ہوا، بڑا سماچار۔ کیوں کہ خبر اور سماچار میں فرق ہے۔ کہنے کو تو کہہ لو اخبار اور سماچار پتر۔ خبر میں جہاں چونکا دینے والی بات ہے سماچار میں نہیں ہے۔ اچھا اگر ہم مان بھی لیں۔ اچھا اب کہتا ہے "وہ بے خبر سو رہا ہے" تو کیا یہ کہیں گے کہ وہ "بے سماچار سو رہا ہے"۔ "تمہیں کچھ خبر بھی ہے" کی جگہ کہیں "تمہیں کچھ سماچار بھی ہے"۔

تو آپ یہ پائیے گا کہ یہ سب چیزیں جنھیں پنڈت جواہر لعل نہرو Nuances کہتے تھے Shades میں آگئی ہیں۔

چوں کہ انگریزی نے بجلی کا پنکھا نکالا تو کیا ہم اس لیے کہیں کہ ہم اسے نہیں چلائیں گے۔ ریل بیل گاڑی سے مختلف ہے ہم کہیں کہ ہم ریل پر نہیں چڑھیں گے تو یہ چیز غلط ہے۔ یہ انگریزوں نے ہم کو لڑانے کے لیے گلکرسٹ نے اور دوسروں نے کیا تھا اور ہم ان کے پیچھے میں آگئے۔

اب رہی ہندی بہرکیف، آپ لکھنؤ کیا بنارس جائیے جو ہندو دھرم کا گڑھ ہے اور متھرا کے بازار میں جائیے لے، مہاتما لے، آج ایک یوروپین مہاتما لے جہاں ہم ٹھہرے ہوئے ہیں (وہیں لے) تو وہ کہتے تھے کہ ہندوازم کو کوئی ہندو پنڈت اتنی اچھی طرح پیش نہیں کرسکتا جیسا فراق پیش کرتا ہے اور غالب پڑھ کر میر پڑھ کر وغیرہ وغیرہ۔

تو جب مراٹھی مہاراشٹر میں فارسی لفظ نہیں نکال رہی ہے تو ہندی میں ہم ایسا کیوں کریں۔ مہاتما گاندھی مولانا محمد علی کو بہت Confidence میں لے کے کہتے تھے "دیکھو ہمارا گجراتی کا کیسا اچھا لفظ ہے" تو مولانا مسکراتے تھے وہ فارسی کا لفظ ہوتا تھا گاندھی جی کو پتا ہی نہیں۔ اب بتائیے صاحب، بازاری ہندی کیا ہے، دکان کی ہندی کیا ہے، مال کی ہندی کا مانی، جی ہاں

وہ ٹوکا بھی بندھی رہی

وہ ٹوکا یعنی ناؤ بندھی رہی۔ یہ کون زبان ہے۔ ہندی ہوئی کیسے۔ یہ سب بگڑے جاتے ہیں۔

اچھا پنت جی ماسٹر پوئٹ (شاعر اعظم) Within Inverted Commas اب ان کا کیا حال ہے۔ کہتے ہیں:

بسنت کی ہوا چلی ہے چنچل پتنگ جب اڑتا ہے ہم پچا سے پوچھیے کہ مطلب کیا ہے؟ اور اس کو خوب پڑھاتے ہیں لوگ مست ہو ہو کے۔ میں نے کہا "حضور، دیپ شکھا کے سے پگ ہوتے ہیں کہ نہیں اور یہ عیب بنگلہ سے آیا ہے ان کے یہاں،

اچھا، اب رہا یہ سوال کہ اس (اردو) میں عربی، فارسی، ترکی کے لفظ کیوں ہیں پہلی بات تو یہ ہے کہ وہ آٹھ چھ نو صدی ہیں کل لغت میں۔ اس سے زیادہ تو گجراتی میں ہیں، مراٹھی میں ہیں، دس دس ہزار ہیں، بنگلہ میں ہیں اور بے تعصب لکھی ہوئی ہندی میں ہیں۔

اچھا دیکھیے ٹیگور ایک کہانی لکھتے ہیں جس کا نام ہے The Great News۔ بوڑو کھوبور، بوڑو ساچار۔ کیوں کہ خبر اور سماچار میں فرق ہے۔ کہنے کو تو کہہ لو اخبار اور ساچار پتر۔ خبر میں جہاں چونکا دینے والی بات ہے سماچار میں نہیں ہے۔ اچھا اگر ہم مان بھی لیں۔ اچھا اب کہنا ہے 'وہ بے خبر سو رہا ہے' تو کیا یہ کہیں کہ وہ "بے ساچار سو رہا ہے"۔

"تمھیں کچھ خبر بھی ہے" کی جگہ کہیں "تمھیں کچھ ساچار بھی ہے"۔

اور ٹیپ ریکارڈ لے کر جائیے تو ہندی لفظوں کے ساتھ سنسکرت کا آدھا لفظ نہیں بولے گا کوئی۔ پندرہ فیصد وہ ہندی پلس پرشین (+ فارسی)۔

میں نے ایک مضمون لکھا تھا اس موضوع پر تو تین ہزار عربی فارسی لفظ میں نے نکالے تھے جو ان پڑھ جانتا بولتا اور سمجھتا ہے اور ایم اے سنسکرت کے لڑکے سے پوچھا کہ آپ کتنے لفظ سنسکرت کے جانتے ہیں؟ تو اس نے بتایا کہ "صاحب چودہ پندرہ سو"۔ یہ تو سرایت کرچکی ہے کہاں تک اس کو توڑا جائے گا۔ ہوا، بستر، تکیہ، بینک، کمرہ، دوست، دشمن، مدّی، بخار، بیمار، لفظوں کی کوئی حد نہیں ہے کہ جس کو آٹھ برس کا بچہ نہ جانتا ہو۔

تو ہم اس لیے، اردو کے طرفدار ہیں کہ ہم اپنی تاریخ سے نہیں لڑنا چاہتے۔ تاریخ سے لڑنا اپنے آپ کو مٹانا ہے اور ہماری یہ تاریخ جو ہے نہ تو ہمارے ہندو دھرم کو کمزور بناتی ہے نہ ہندو فیلنگ (جذبے) کو کمزور کرتی ہے نہ شرافت کو مٹاتی ہے نہ سنسکرتی کے کسی حصے کو نقصان پہنچاتی ہے۔ مجھ سے بڑے بڑے پنڈت کیا ہے۔ ہزاروں ایسے لفظ ہیں۔ تو ایک شرارت شروع ہوئی۔ اپنی کتاب ان لفظوں کو کام میں لائے بغیر لکھ ڈالے۔ یہ تو بڑی مصیبت ہے۔

خیر گورکھپور کی بولی بولتے بولتے میرے منہ سے نکل گیا گورکھپور کی ٹھیٹھ زبان میں اچھی کر فصیح نہیں کہ "بٹی! اس کو کھوج رہے ہیں" تو یہ ریشن جو بیٹھے ہیں ان کی اتنی بڑی لڑکی تھی۔ ہم سے کہتی ہے "بابا، ڈھونڈ رہے ہیں کہیے"۔

اچھا اب جناب یہ دیکھیے ہندی کی Movement سے اور اردو سے نفرت کرنے کا نتیجہ کیا ہوا۔ ہندی بگڑ گئی، ہندی بگڑ گئی۔

اب دیکھیے کہ یہ ماسٹر پوئٹ (شاعر اعظم) مانے جاتے ہیں، کیا نام ہے پرساد جی، بنارس کے۔ ایک ٹکڑا ہے ان کی نظم کا، سنا دوں گا۔

کچھ دھندلا کچھ اندھکار سا

ایک تو Adjective اور ایک Noun۔ اور دھندلا اور اندھکار کا فرق آپ کیا مانتے ہیں بھی۔ جہاں کچھ دھندلا ہے وہاں کچھ اندھکار ہے۔ یہ کون زبان ہے۔

دیکھیے تیرے گالوں کے گلاب صحیح زبان ہے۔ مگر گلاب کے گال، یہ کیا ہوا؟ دیپ شکھا کے سے پگ۔

اچھا اس طرح سے جو میں نے Differential Verb یا Compound Verb کا ذکر کیا اس کے ہٹانے سے یہ کہتے ہیں:

لگ لگ چلت رام چندر بانت ہے جیا

چل رہے ہیں، بج رہی ہے نہیں کہیں گے۔

اسی طرح پنت جی کہتے ہیں:

مجھے بلاتا کون

(کہنا چاہتے ہیں کہ مجھے کون بلا رہا ہے) مگر اس میں Verb آئے تو پنت جی لکھتے ہیں:

مجھ کو حرکت کرتا کون

تو میں نے کہا پنت جی اس کا مطلب یہ نکلا ہے کہ آپ اس قابل نہیں تھے کہ بلائے جائیں۔

(اس تقریر کا متن رتن سنگھ صاحب کے ٹیپ ریکارڈ سے حاصل کیا گیا ہے بعض الفاظ آخری حصے ٹیپ سے نقل نہیں ہو سکے)

■◆■

گاہے گاہے باز خواں

اردو سے ہمارا رشتہ

اردو کے مشہور و ممتاز ادیب اور شاعر جناب رگھوپتی سہائے فراقؔ گورکھپوری نے یہ یادگار تقریر بہ عنوان "اردو سے ہمارا رشتہ" لکھنؤ میں منعقدہ غیر مسلم اردو ادیبوں کی کانفرنس کے آخری اجلاس میں کی تھی۔ چوں کہ یہ تقریر بہت ہی اہم موضوع پر ہے اور جس کی اہمیت اور معنویت آج بھی برقرار ہے، اس لیے، اسے ہم 'گاہے گاہے باز خواں' کے طور پر یہاں نقل کررہے ہیں۔ (ادارہ)

فراق گورکھپوری

"بات ہے لکھنؤ کی غیر مسلم اردو ادیبوں کی کانفرنس کے آخری اجلاس کی، فراقؔ صاحب نے 'اردو سے ہمارا رشتہ' کے عنوان سے بولنا شروع کیا تو گفتگو کا آغاز ہی اس طرح کیا کہ میں اپنی نئی نسل کے چہرے پر گنوار پن نہیں دیکھنا چاہتا، اس لیے چاہتا ہوں کہ وہ اردو زبان اور ادب کی تہذیب سے فیض پا سکے۔ انھوں نے یہ بھی کہا کہ جس طرح ہوائی جہاز یا بجلی کی ایجاد غیر ممالک میں اور ہم سے مختلف عقائد رکھنے والوں کے ہاتھوں ہونے کی وجہ سے ہم ان ایجادات کو برتنے سے پرہیز نہیں کرتے اسی طرح اردو بھی ایک اعلا تہذیبی وراثت ہے جسے ہمیں قومی وراثت کا ترقی یافتہ حصہ سمجھ کر قبول کرنا چاہیے کیوں کہ اردو زبان کے مانجھنے اور سنوارنے میں ہندستانیوں کی صدیوں کی کوششوں کو دخل ہے اور اس کی جڑیں کتابوں اور لغات میں نہیں عام بول چال کی زبان میں پیوست ہیں، اس کی مثال انھوں نے ڈپٹی نذیر احمد سے دی۔"

(محمد حسن)

ڈپٹی نذیر احمد اپنا ناول اپنی بہو بیٹیوں کو سناتے تھے کہ 'بیٹی ٹوک دینا' انھوں نے کہا "آپ شمس العلما، ہم جاہل عورتیں" کہا "بھیا! میں بجنور کا ہوں تو دلی کی 'میر انیس مرثیہ ختم کرتے ہیں، یہ مصرعہ آخر شعر کا ایک مصرعہ بن گیا' یارب رسول پاک کی کھیتی ہری رہے اب دوسرا مصرعہ نہیں لگ رہا ہے ان سے، اندر گئے، ناشتہ کرنے۔ عورتوں نے کہا "آج فلاں نواب صاحب کی عورتیں آئی تھیں بہت تحفہ تحائف دے گئی ہیں، ہم لوگوں پر بڑی مہربان ہیں۔ خدا ان کی گود بھری رکھے اور ان کی مانگ بھری رکھے"۔ بھاگ آئے وہاں سے (مصرعہ لگ گیا)۔

صندل سے مانگ بچوں سے گودی بھری رہے
یارب رسول پاک کی کھیتی ہری رہے

تو اس میں ہماری عورتوں کا (بڑا دخل ہے)۔ اپنی ماں کی بولی مجھے یاد ہے، کبھی کبھی چوں کہ مسلمان محلے کی تھیں وہ (ایڈیم، محاورے) بہت اچھا بول جاتی تھیں لیکن وہ کچھ گورکھپوری پٹ رہتی تھی ان کی بولی میں۔ مسلمان عورتیں جو تھیں وہ ٹھیٹھ بولی نہیں بولتی تھیں اور دیکھیے نا۔ دلی میں مسلمانوں کی زندگی کا ایک پہلو اور سوچ لیجیے۔ ہر میں گزر پان بائی کی دکان ہے چناں چہ مسلمان عورتوں کو چولہے میں اپنا وقت زیادہ نہیں لگانا پڑتا تھا نہ برتن مانجھنے میں۔ کشیدہ کاری، شعر و شاعری، قرآن، نماز، میزیں (آداب) ایسی چیزوں میں لگی رہتی تھیں۔

تو اردو اور ہندی کو جب میں سامنے رکھتا ہوں تو دیکھتا ہوں کہ کم سے کم پچاس ساٹھ صیغے ایسے آگئے اردو میں جو کسی ہندی رائٹر کے وہاں نہیں ہیں ان میں سے ایک ایک صیغہ ایسا ہے جو کئی صیغوں کو اپنے اندر داخل کیے ہوئے ہیں جیسے Differential Verb کا جس کے بغیر آج ہندی والا بھی جی نہیں سکتا۔ کسی داس کو اگر کہنا ہو یا سورداس کو کہنا ہو کرتے ہیں تو کہیں گے 'کرتے'۔

لنگ چلت رام چندر باجت نے پینا
اب چل رہے ہیں، چلتے ہیں، نچ رہی ہے

یہ پہلے پہل اردو لائی۔ میرا مصرعہ ہے:

چاند اور سورج کی کرنوں کی چادر سر کررکھتے ہیں

پانچ Verb فعل لگا دیے — بن، کر، رکھ، دیتے ہیں۔

ای ہتھوڑے کی چوٹ سے ہم دامن کے کھنکتے ہیں
تو یہ آپ دیکھیے کہ یہ جو صیغے ہے— آئیں گے، جائیں گے، آرہے ہیں، جارہے ہیں، یہ دلی کی بول چال تھی جس کی لیڈر شپ مسلم مڈل کلاس کے ہاتھ میں تھی، وہاں ہندو بھی تھے ان میں، اُنھی کی طرح بولنے لگتے تھے۔

میں نے نگمن جی سے پوچھا: "صاحب! آپ لوگ رات لکھتے ہیں، راتیں کیوں نہیں لکھتے؟ باتیں کیوں نہیں لکھتے؟" سوچا انھوں نے، کہنے لگے: "فراقؔ صاحب! آپ ٹھیک کہتے ہیں، ہم لوگوں کو Plural لکھنا نہیں آ—"

کیوں کہ پلورل جو کاؤں کا تھا وہ تھا لڑکا سے لڑکن، رتین۔ اچھا، جب پہنچتی ہے چیز خسرو کے وہاں تو ملا کے اکھیاں، بنا کے بتیاں۔ اب آنکھیں اور باتیں۔

اچھا، اب آپ لیجیے کالی داس، سمرا نندن پنت جی کی کوتا ئیں، مہادیوی ورما کی کوتائیں۔ آنکھیں کا لفظ نہیں ملے گا آپ کو، اتنا تجزیہ بیان ہے، باتیں نہیں ملے گا۔ محاورے، نور اللغات میرے پاس ہے اس میں عربی اور فارسی الفاظ کو چھوڑ کر ٹھیٹھ ہندی الفاظ جو ہیں وہ شبد ساگر سے میں گنا زیادہ ہیں۔ پانی، ہاتھ ہاں آپ ایک لفظ لے لیجیے:

یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصال یار ہوتا

اور

بس نہیں چلتا کہ پھر خنجر کف قاتل میں ہے

دو طرح کے کہ ہوئے۔ اچھا تو یہ چیزیں یہ بدزیزے جو کھڑی بولی میں بجے ہوئے ہیں ان سے اس بات کے ماننے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہونی چاہیے کہ کھڑی بولی کو مانجھنے اور سنوارنے میں مسلم مڈل کلاس کا بہت بڑا حصہ ہے۔ اب ہمارا کام یہ ہے کہ ہم مسلمان سے اچھا لکھ کے دکھادیں جو پریم چند نے کیا۔ پریم چند جی اردو پڑھ کے مولانا شبلی کہتے تھے کہ سات کروڑ مسلمانوں میں ایسی اردو کوئی لکھتا ہی نہیں۔ چکبست کی زبان، دیکھا سہائے سرور کی زبان، سرشار کی زبان۔

(مجمع سے ایک آواز: اور فراقؔ صاحب کی زبان؟)

ہماری زبان ذرا گڑبڑ ہے اس لیے کہ انگریزی کا بھی اس پر اثر پڑ گیا ہے۔ خیر اب آپ یہ دیکھیے کہ دو ایک واقعے سنادوں کہ اب اردو سے کیا، یہ ہندوستان

(بقیہ صفحہ ۲ پر)

> تو ہم اس لیے، اردو کے طرف دار ہیں کہ ہم اپنی تاریخ سے نہیں لڑنا چاہتے۔ تاریخ سے لڑنا اپنے آپ کو مٹانا ہے اور ہماری یہ تاریخ جو ہے نہ تو ہمارے ہندو دھرم کو کمزور بناتی ہے نہ ہندو فیلنگ (جذبے) کو کمزور کرتی ہے نہ شرافت کو مٹاتی ہے نہ سنسکرتی کے کسی حصے کو نقصان پہنچاتی ہے۔ مجھ سے بڑے بڑے پنڈت ملے، مہاتما ملے، آج ایک یوروپین مہاتما ملے جہاں ہم ٹھہرے ہوئے ہیں (وہیں ملے) تو وہ کہتے تھے کہ ہندو ازم کو کوئی ہندو پنڈت اتنی اچھی طرح پیش نہیں کرسکتا جیسا فراقؔ پیش کرتا ہے اور غالبؔ پڑھ کر میرؔ پڑھ کر وغیرہ وغیرہ۔
>
> تو جب مراٹھی مہاراشٹر میں فارسی لفظ نہیں نکال رہی ہے تو ہندی میں ہم ایسا کیوں کریں۔ مہاتما گاندھی مولانا محمد علی کو بہت Confidence میں لے کے کہتے تھے "دیکھو ہمارا گجراتی کا کیسا اچھا لفظ ہے" تو مولانا مسکراتے تھے وہ فارسی کا لفظ ہوتا تھا گاندھی جی کو پتا ہی نہیں...

مدیر: اطہر فاروقی | Editor: Ather Farouqui
شریک مدیر: محمد عارف خاں | Joint Editor: Mohd. Arif Khan
پرنٹر پبلشر: شاہد خاں | Printer, Publisher: Shahid Khan
مطبوعہ: ثمر آفسٹ پرنٹنگ پریس، دہلی
Printed at: Samar Offset Printing Press, Delhi
مالک: انجمن ترقی اردو (ہند)، اردو گھر، ۲۱۲– راؤز ایونیو، نئی دہلی–۱۱۰۰۰۲
Proprietor: Anjuman Taraqqi Urdu(Hind)
Urdu Ghar, 212-Rouse Avenue, New Delhi-110002
قیمت (فی شمارہ): دو روپے، سالانہ: ۸۵ روپے (بیرونی ممالک: آٹھ امریکن ڈالر)
Subscription: (Per Issue): Rs. 2/-, Yearly: 85/-
(Foreign Countries: US $ 8)
http://www.atuh.org. Phones: 23237212, 23237214

ادارے کا مضمون نگاروں سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے — (ادارہ)